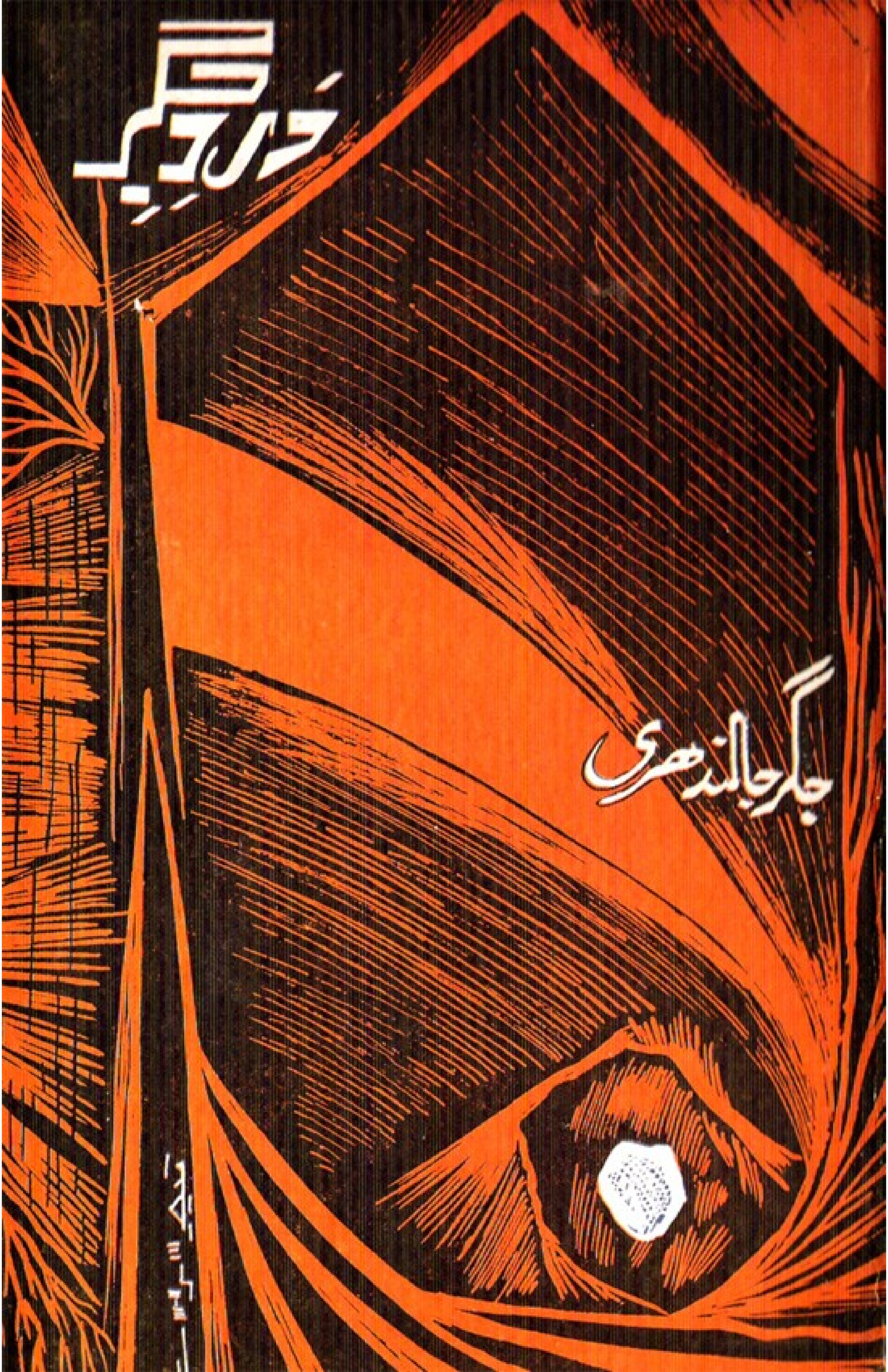
جگر جالندھری

صاف گوئی سے کیا لیا ہم نے
سب کو دُشمن بنا لیا ہم نے
تُم کو اُونچا اُٹھانے کی خاطِر
خُود کو نیچے گرا لیا ہم نے
زِندگی سے نجات مِل نہ سکی
خُودکُشی کر کے کیا لیا ہم نے
غم کی جھولی میں ڈال کر خُوشیاں
غم کو اپنا بنا لیا ہم نے
تیز اِتنا چلے کہ مَوت کو بھی
چند قدموں پہ جا لیا ہم نے

رہ کے خاروں کے ساتھ گُل کی طرح
اَپنا دامن بچا لیا ہم نے
وُہ ہمارے نہ بن سکے۔ لیکن
اُن کو اَپنا بنا لیا ہم نے

جب کسی سے بھی آسرا نہ مِلا
اَپنا ہی آسرا لیا ہم نے

فرض سجدوں کا جب اَدا نہ ہُوا
خُود کو پتھر بنا لیا ہم نے

صِدق و عشق و وفا کے پھُولوں سے
دِل کا آنگن سجا لیا ہم نے
اپنے چھوٹوں کے ساتھ اُلجھ کے جِگر!
اپنا رُتبہ گھٹا لیا ہم نے

مِٹ نہ سکتا ہو جو کِسی کے لئے
کبھی سوچے نہ دوستی کے لئے

دوستی خواہ دُشمنی کے لئے
آپ چُن لیں ہمیں کِسی کے لئے

خُودکُشی بُزدِلوں کا کام نہیں
چاہیئے دِل بھی خُودکُشی کے لئے

لوگ کِتنوں کے گھر جلاتے ہیں
اپنے اِک گھر کی روشنی کے لئے

رات دِن پتھروں کی بارِش ہے
ایک دِل کی شکستگی کے لئے

زِندگی کو نکھارتے ہیں اَلَم
یہ اندھیرے ہیں روشنی کے لئے
میرے ہنسنے کو آپ کیا جانیں
ہنستا ہُوں آپ کی خوشی کے لئے!
ہم نے کتنے پہاڑ کاٹے ہیں
اِک تمنّا کی مُورتی کے لئے!
دَیر و کعبہ ہیں کیوں اُداس اُداس؟
ابھی کچھ سر ہیں بندگی کے لئے
غم سے فرصت اگر ملے ہم کو
ہم بھی سوچیں ذرا خوشی کے لئے
تیرے جلوے سے بھیک لیتے ہیں
چاند، تارے سبھی روشنی کے لئے
ہم کو خوشیوں کی کیا ضرورت ہے؟
غم ہی کافی ہیں زِندگی کے لئے!
عُمر بھر دَر بدَر بھٹکتا ہُوں تو
اَے جگرؔ! میں اِک اجنبی کے لئے

❋

ہر دِل یہاں بے تاب ہے۔ معلوم نہیں کیوں!
ہر آنکھ میں سیلاب ہے۔ معلوم نہیں کیوں!

اِنسان میں تلخی کبھی دیکھی نہ تھی اِتنی
ہر بات میں زہراب ہے۔ معلوم نہیں کیوں!

کل تک تو بڑے چین سے تھا آس کا پنچھی
آج اُڑنے کو بے تاب ہے۔ معلوم نہیں کیوں!

آواز نِکلتی ہی نہیں مُنہ سے کِسی کے
ہر حلق میں سیماب ہے۔ معلوم نہیں کیوں!

طُوفان تو پہلے بھی کئی دیکھے ہیں دِل نے
اَب کے بڑا بے تاب ہے۔ معلوم نہیں کیوں!

دُنیا نے مِرے دِیدۂ پُرنم نہیں دیکھے
اِس کو ہے گُماں۔ مَیں نے کبھی غم نہیں دیکھے

اِنسان بہت دیکھے ہیں شیطان سے بڑھ کر
اِنسان فرِشتوں سے بھی کُچھ کم نہیں دیکھے

آگے نہ بڑھیں میری ہنسی سے تِری نظریں
افسوس۔ کبھی تُو نے مِرے غم نہیں دیکھے

خوشیاں بھی بہت دیکھی ہیں اَے دِل! ترے ہاتھوں
دِن ہم نے مُصیبت کے بھی کُچھ کم نہیں دیکھے

دِل کہتا ہے۔ سیدھی ہے بہت راہِ محبّت
کیا اِس نے ترے گیسوؤں کے خم نہیں دیکھے؟

جی بھر کے یہ رونے بھی نہیں دیتے کِسی کو
اَے دِیدۂ تَر! تُو نے ابھی غم نہیں دیکھے

مغرُور جِگر! کیوں ہے زمانے کی وفا پَر؟
کیا تُو نے بدلتے ہُوئے موسم نہیں دیکھے؟

کب پلٹ کر وہ زمانہ آئے گا
آدمی جب آدمی بن جائے گا؟

پیڑ کو تو کاٹ کر پچھتائے گا
پھول، پھل کیا ؟ سائے سے بھی جائے گا!

توڑتے ہو آئینے کو کس لیے ؟
یہ جو دیکھے گا۔ دکھاتا جائے گا

کیوں پریشاں ہو کوئی کل کے لیے ؟
کل جب آئے گا تو دیکھا جائے گا

غم پہ اِتراتا ہے کیوں تُو اِس قدر؟
زہر پی کر کتنے دِن لہرائے گا؟

اُڑ گئے پنچھی جو تیرے ہاتھ سے
ہاتھ ملنے کے لئے رہ جائے گا!

ہوں مُبارک تُم کو دُنیا داریاں
یہ ہُنر ہم سے نہ سیکھا جائے گا

جب ہے ہم راہِ زمانہ اِنقلاب
پھر ہمارا بھی زمانہ آئے گا

پلکیں روکیں خاک اشکوں کا ہجُوم
تِنکوں سے دریا نہ روکا جائے گا

کیوں مِری ہستی مِٹانے کی ہے فِکر؟
یہ دِیا تو خُود بخُود بُجھ جائے گا

اَے جِگؔر! اُن کی جفا سے جی نہ ہار
اِس طرح تو جیتے جی مر جائے گا

○

بے تابیوں میں، اشکوں میں، نالوں میں گِھر گئے!
یعنی ہم اپنے چاہنے والوں میں گِھر گئے

جن کو نہ کچھ خبر تھی تری جلوہ گاہ کی
وُہ لوگ مسجدوں میں، شِوالوں میں گِھر گئے

کل تک جو اک جہان کو کرتے تھے لاجواب
آج اپنے لاجواب سوالوں میں گِھر گئے

جب اپنی بات کے لیے کچھ بھی رہا نہ پاس
ہم لوگ دُوسروں کے حوالوں میں گِھر گئے

دِل تڑپ کر اُنہیں تڑپاتا ہے
پیار میں لُطف بڑا آتا ہے

زِندگی کی نہیں کوئی منزِل
کارواں ہے کہ بڑھا جاتا ہے

سَب کی صُورت میں ہے تیری صُورت
تُو مجھے سَب میں نظر آتا ہے

آ گئی ہوگی مری یاد اُنہیں
کون آئینے سے شرماتا ہے؟

کب وہ رُکتے ہیں کسی منزِل پر
جن کو چلنے میں مزا آتا ہے؟

میری نظروں میں سمانے والے!
مُجھ سے چُھپ چُھپ کے کہاں جاتا ہے؟
اُن سے بہتر ہے تصوّر اُن کا
جب بُلاتا ہُوں۔ چلا آتا ہے
کوئی آساں ہے مِٹانا مُجھ کو؟
اِس زمانے پہ ترس آتا ہے!
وُہ ہے نامحرمِ رازِ ہستی
جو بشر موت سے گھبراتا ہے
عِشق تو وادیٔ دِل دار ہے۔ دِل!
تُو کہاں مُجھ کو لِئے جاتا ہے؟
آج اِنسان کے ہاتھوں ہی جِگر!
خُون اِنساں کا ہُوا جاتا ہے!

○

کیا کرشمے تھے رہ نماؤں میں!
لوگ بٹتے گئے خداؤں میں!
لیجیے درس اُن چراغوں سے
رقص کرتے ہیں جو ہواؤں میں
زندگی وہ ہے۔ جو گزر جائے
خوش جمالوں میں، خوش اداؤں میں
وہ جھجک کر جفائیں کرتے ہیں
کچھ کمی ہے مری رضاؤں میں
مسکرائے تھے وہ یونہیں اک دن
کیف ہے آج تک فضاؤں میں

پلٹ آئے بہا کے ہم دو اشک
لاشیں جلتی رہیں چتاؤں میں

زندگی کی بِنا ہے سانسوں پر
شمع یہ جلتی ہے ہواؤں میں

وُہ مخالف ہیں۔ دِل مخالف ہے
ہو چکا اَب اَثر دُعاؤں میں!

دِل پہ سائے غموں کے بڑھنے لگے!
چاند چھپنے لگا گھٹاؤں میں!

خیر گزری۔ جو وُہ نہ جان سکے
ہم بہت خوش رہے جفاؤں میں

وُہ دِیا ہُوں۔ جلا کر اُس نے جِسے
رکھ دِیا سرپھری ہواؤں میں

سانس بھی ہم نہ لے سکے کھُل کر
کس قدر تھی گھٹن فضاؤں میں!

جگر! اکثر اُداس رہتا ہُوں
زہر آلودہ سی ہواؤں میں!

○

آپ خُود اپنی تمنّا کیجیے
عشق میں اِک حُسن پیدا کیجیے

دُھوپ میں خود جلیئے پیڑوں کی طرح
دُوسروں پر اپنا سایا کیجیے

پھیر لیں مُنہ دیکھ کر سب آپ کو
خُود کو اِتنا بھی نہ مہنگا کیجیے

ایک میں بھی طالبِ دیدار ہُوں
میرے گھر میں بھی اُجالا کیجیے

غیب رنیجا خُود بخُود ہو جائے گا
خود کو پہلے اُس سے اُونچا کیجیے

○

آدمی کو اگر خُدا کہیئے
پھر بتاؤ۔ خُداکو کیا کہیئے؟
جو بھلے ہیں۔ اُنہیں بُرا کہیئے؟
آپ کے مشورے کو کیا کہیئے؟
جب زمانے کے ساتھ چلنا ہے
کیوں نہ پتّھر کو آئنا کہیئے
مر چُکا ہے ضمیر لوگوں کا
جو بھی جی چاہے آپ کا۔ کہیئے
درد کی جب کوئی دوا ہی نہیں
کیوں نہ پھر درد کو دوا کہیئے

اُف ۔ یہ مجبوریاں محبّت کی !
بے وفا کو بھی باوفا کہیئے

قطرے قطرے کو ہم ترستے ہیں!
تیری دریا دِلی کو کیا کہیئے؟

اِس زمانے میں جینے والوں کو
آفریں کہیئے ۔ مرحبا کہیئے

سب کے چہروں پہ نقلی چہرے ہیں
اَصل میں کوئی کیا ہے ۔ کیا کہیئے؟

ہے اِسی میں سلامتی اپنی
رہ زنوں کو بھی رہ نُما کہیئے

دِل سے نِکلا نہ جب کوئی اَرماں
پھر تجھے کس لئے خُدا کہیئے؟

عکس تیرا نظر نہیں آتا
کس طرح دِل کو آئینا کہیئے؟

کون سے ہم بھی اِتنے اچھے ہیں؟
کیوں کسی کو جگر! بُرا کہیئے؟